© rasailojaraid.com

Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 38, Sr.No.107, 2017 pp 151 - 158

مجلہ تحقیق
مجلّہ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۸، اپریل۔ جون ۲۰۱۷ء، شمارہ ۱۰۷

1947ء کے بعد پاکستانی پنجابی تھیٹر کے روپ

ڈاکٹر نگہت خورشید☆

Abstract:

It is commonly belived that the Punjabi theatre in the subcontinent was started by Nora Chand's Drama Festival in 1941-15 and "Nanda's dramas Sabhdra and Lalli Da Wiah. But modern research shows that this is the part of the tradition initiated by impacts of English. History establishes that Punjabi theatre has been played for centuries in local fares in form of folk lores. This article is a reviewal study of Pakistani Punjabi theatre.

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا کہ برصغیر میں پنجابی ڈراما ''نورار چرڈ'' کے ترتیب دیئے گئے ڈراما فیسٹیول 1914-15ء اور آئی سی نندا کے ڈراموں ''سبھدرا'' اور ''للی دا ویاہ'' سے شروع ہوا لیکن جدید ریسرچ سے واضح ہوا ہے کہ یہ ڈراما برصغیر میں کھیلے جانے والے اُس ڈرامے کی روایت کا محض حصہ ہے جو انگریزی اثرات کے بعد یہاں پر شروع ہوا۔

تاریخ یہ بات ثابت کرتی ہے کہ برصغیر میں پنجابی ڈرامہ صدیوں سے گاؤں میں درختوں کے میلوں ٹھیلوں میں لوک داستانوں اور قصے کہانیوں کے ناٹکی انگ کی صورت میں کھیلا جارہا ہے۔ پنجابی ڈرامے کی روایت 1947ء کے بعد بھی جاری رہی۔ زیرِ نظر مضمون میں 1947ء کے بعد پاکستانی پنجابی ڈرامے کا مختصراً جائزہ لیا جائے گا۔

1947ء کے بعد پاکستانی پنجابی ناٹک کی تاریخ کا بیشتر حصہ وہ لوک ناٹک ہے جو دور دراز علاقوں گاؤں اور شہروں میں میلوں ٹھیلوں میں عوام کو سستی تفریح مہیا کرنے کے لیے کھیلا جاتا تھا۔ یہ ناٹک شام کو شروع ہوتے رات گئے تک جاری رہتے ان میں عورتوں کے کردار بھی مرد ہی ادا کرتے۔ سستے قسم کے کاسٹیوم اور میک اپ کا استعمال بھی کیا جاتا۔ ان ناٹکوں میں سینری اور پراپس وغیرہ کو ثانوی حیثیت دی جاتی

☆ پرنسپل، گورنمنٹ گورونانک ڈگری کالج، ننکانہ صاحب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جبکہ کردار اور مکالموں کو خاص اہمیت دی جاتی۔ ناٹک کے کردار مکالمے کے ساتھ گیت دوہڑے اور منقبت گاتے اس کے علاوہ سٹیج کے ایک جانب گانے والوں کی ٹولی طبلہ ہارمونیم کے ساتھ موجود رہتی اور ناٹک میں مختلف مواقع پر گیتوں کے ذریعے ناٹک کو مزید پُر اثر بناتی۔ ان ناٹکوں میں وہی فنکار زیادہ کامیاب ہوتے جو اداکار کے ساتھ ساتھ خود گانے میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ ان ناٹکوں کی کہانی عموماً سوہنی مہینوال، ہیر رانجھا، سسی پنوں، لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد، پورن بھگت، کیما ملکی، ڈھول بادشاہ، مرزا صاحباں، عرب کا سوداگر وغیرہ جیسے قصوں کی بنیاد پر بنائی جاتیں۔ قیام پاکستان کے بعد اسحاق فریدی کے والد نے ملتان بہاولپور، ساہیوال، مظفرگڑھ کے علاقوں میں لوک ناٹک پیش کیے۔ 1980ء میں والد کی وفات کے بعد اسحاق فریدی نے دوبارہ اپنے گروپ کو منظم کیا وہ اور اُن کا گروپ ابھی تک ملتان، بہاولپور، بہاولنگر، ساہیوال کے دُور دراز کے علاقوں میں اور تھیٹر فیسٹیول میں ناٹک کو روایتی انداز میں پیش کر رہا ہے۔ سید اختر حسین اختر لکھتے ہیں:

> ''راس دراصل بہروپ بدل کر ڈراما یا ناٹک کھیلنا ہے اس لیے پنجابی میں اسے ہی سانگ کہتے ہیں۔ سانگ کا مطلب ہے نقل اُتارنا۔ اس لحاظ سے راس دھاریوں کو سانگی بھی کہہ لیا جاتا ہے۔ اس کے دوران کہیں کہیں لوگوں کی تفریح طبع کے لیے جگت بازی بھی کی جاتی ہے۔''(۱)

ولایت علی گروپ نے ساہیوال، ملتان، چیچہ وطنی، فیصل آباد کے علاقوں میں سانگ کھیلنے کا کام 1920ء کے قریب شروع کیا تھا جو قیام پاکستان کے بعد بھی جاری رہا۔ 1992ء میں 75 سال کی عمر میں ان کی وفات کے بعد اُن کے بیٹے اسرار صابر نے والد کے کام کو آگے بڑھایا اور پنجاب میں گوپی چند، پورن بھگت، عاشق رسول، سوہنا زینی، سوہنی مہینوال، سسی پنوں وغیرہ ناٹک گاؤں اور مضافاتی علاقوں میں میلوں ٹھیلوں پر پیش کیے۔

افضل پرویز پوٹھوہار کے علاقے میں باوا منگو کمہار اور ان کے بیٹوں کے بنائے گروپ کا ذکر کرتے ہیں:

> ''جنھوں نے شاہ بہرام کا سوانگ رچایا انھیں پورے پنجاب، ہزارہ اور کشمیر میں سوانگ رچانے کو بلایا جاتا تھا۔ راولپنڈی سے 12 میل دُور کرپا اور جراہ نامی دیہات کے رہنے والے تھے۔''(۲)

برصغیر میں ڈرامے کی تاریخ کے متعلق افضل پرویز لکھتے ہیں:

> ''پوٹھوہار ہی دراصل سانگ کی سرزمین ہے۔ سانگ میں گیت، ناچ اور سنگیت کے دونوں پہلو یک جان ہو کر سامنے آتے ہیں۔ اس میں اداکاری، تحت اللفظ، مکالمے، ناچ، گانا اور شاعری کا حسین امتزاج ہوتا ہے۔''(۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آج بھی دُور دراز کے مضافاتی علاقوں اور گاؤں میں جہاں ریڈیو اور ٹیلی ویژن موجود نہیں مختلف راس دھارے گروپ روایتی لوک کہانیوں کو ناٹکی کرت کی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔ ان ناٹکوں میں سخی بادشاہ، دوست بادشاہ، ظالم بادشاہ، جنڈی دی وار، ڈُلے دی وار، ظالم جادوگرنی، وغیرہ شامل ہیں۔

ساری دنیا میں ڈرامے کی روایت عام طور پر مذہبی کہانیوں کی ناٹکی کرت کی بنیاد پر شروع ہوئی لیکن پنجابی ڈرامہ اس لحاظ سے انتہائی منفرد ہے کہ اس کی بنیاد شروع سے سیکولر اور معاشی، معاشرتی موضوعات پر رہی۔ قدیم روایت میں بھی پنجابی ڈرامہ عوامی پراکت، دراوڑی، منڈاری میں عوامی موضوعات کی بنیاد پر لکھا جاتا تھا جس میں بعد میں ہندو تہذیب کے برصغیر میں پھیلنے سے مذہبی موضوعات شامل ہوئے لیکن پاکستانی پنجابی ڈرامے کی روایت میں مذہب سے ہٹ کر عوامی مسائل اور رومانوی انداز ہی زیادہ مقبول رہا ہے۔

1947ء سے پہلے پارسی اور انگریزی طرز کے تھیٹر نے برصغیر میں کافی کام کیا ان تھیٹروں کے اثرات سے یہاں پر ڈرامے کی ایک اور روایت نے جنم لیا جس نے مقامی پنجابی لوک ڈرامے کی روایت کو بھی متاثر کیا۔ 1947ء سے قبل جو تھیٹر گروپ کام کر رہے تھے ان میں سے بہت سے 1947ء کے بعد پاکستان میں آ گئے۔ کئی نئی تھیٹر کمپنیاں بنیں اور کئی پرانی کمپنیاں مٹ گئیں۔ فضل شاہ نے پاکستان آرٹ سوسائٹی بنائی۔ شفیع بٹ نے آزاد کشمیر تھیٹر، باؤ جان محمد نے اتفاق تھیٹر، ولی شاہ تھیٹر، سرائیکی علاقے میں گامن تھیٹر، اللہ بخش تھیٹر، ہمایوں تھیٹر، گلشن تھیٹر وغیرہ میں مقامی اور انگریزی اثرات کے تحت ناٹک پیش کیے جاتے ان تھیٹروں میں سکرپٹ لکھوانے کے لیے باقاعدہ منشی رکھے جاتے۔ سٹیج، پردہ اور سینری کا بھرپور استعمال کیا جاتا۔ ان تھیٹروں میں عورتوں نے کام کرنا شروع کر دیا بہتر کاسٹیوم اور اعلیٰ میک اپ کے استعمال سے مربوط قسم کے ناٹک پیش کیے جانے لگے۔ سرگودھا کی منڈی مویشیاں میں 1950ء کی دہائی سے خاص طور پر تھیٹر مقابلے کرائے جاتے اور مختلف تھیٹر گروپ لوگوں سے داد وصول کرتے۔ بہاولپور، ملتان، رحیم یار خاں، جھنگ، سرگودھا، اٹک، راولپنڈی لاہور غرض سارے پنجاب میں گاؤں اور بزرگوں کے عرس وغیرہ پر یہ تھیٹر گروپ روایتی لوک ناٹکوں کو کمرشل سطح پر عوام کے سامنے پیش کرتے۔

75-1970ء تک بھٹی کے تھیٹر اور بالی جٹی کے تھیٹر نے بہت شہرت کمائی۔ بالی جٹی نے اپنے تھیٹر میں سوہنی مہینوال، ہیر رانجھا، مرزا صاحباں، ڈھول بادشاہ وغیرہ ناٹک پیش کیے۔ اپنے ایک انٹرویو میں اُس نے بتایا:

> ''میں تھیٹر وچ ہیروئن رہی آں۔ سسی، ہیر، سوہنی، تمیزن، لیلیٰ مجنوں وچ لیلیٰ تے جے ایس ڈرامے وچ لیلیٰ کوئی ہور کڑی مل گئی اے تے میں اوہنوں لیلیٰ بنا کے آپ مادر لیلیٰ بن گئی۔ آپ منہ تے مچھاں لا کے رانجھا وی بنی آں۔'' (۴)

ڈاکٹر فوزیہ سعید بالی جٹی کے بارے میں لکھتی ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''بالی سرگودھا اور میانوالی کے اضلاع میں بہت مقبول تھی۔ ان اضلاع میں مقبولیت کی وجہ وہ مقامی لب ولہجہ تھا جو بالی نے سیکھا تھا۔'' (۵)

1960-70ء کی دہائی میں کسان تھیٹر شمع، تھیٹر، وطن تھیٹر، طفیل تھیٹر، آفتاب تھیٹر، پنجاب تھیٹر، بھٹی آرٹ سوسائٹی، عالم لوہار کے تھیٹر نے بھی کافی شہرت کمائی لیکن آہستہ آہستہ ان تھیٹروں میں مکالموں، کردارنگاری کے ذریعے ناٹک کرنے کا سلسلہ ختم ہونے لگا اور گانے بجانے اور لوک گیتوں کو زیادہ اہمیت دی جانے لگی۔ عالم لوہار کے تھیٹر کی مقبولیت سے ان تھیٹروں میں ناٹک کو زوال آنے لگا۔ حکومت کی جانب سے بھاری تفریحی ٹیکس نے لوک تھیٹر کے زوال میں اہم کردار ادا کیا۔ اس وقت صرف دو تھیٹر گروپ لکی تھیٹر اور جوبلی ایرانی سرکس کام کررہے ہیں لیکن ان میں ڈرامے کے علاوہ گانے اور کرتب پیش کیے جاتے ہیں۔

پاکستان میں لوک تھیٹر کے زوال کے ساتھ ہی کئی اور قسم کے تھیٹر گروپس نے اپنی جگہ بنائی۔ 1960ء کے بعد لاہور میں پڑھے لکھے طبقے کے لیے جو ڈراما انگریزی اثرات کے تحت کھیلا جاتا تھا، وقت گزرنے کے ساتھ اُس کا جھکاؤ پنجابی ڈرامے کی طرف ہوگیا۔ 1970ء کی دہائی میں سجاد حیدر کے ڈرامے جھنجٹ، اللہ دی قسمے، وارنٹ گرفتاری، گیٹ آؤٹ، گنجا میرا یار اور ٹوسٹ کافی مقبول ہوئے ان ڈراموں نے سنجیدگی سے مزاح کی طرف سفر جاری کیا۔ زبان اُردو اور پنجابی استعمال کی جاتی۔ یہ کمرشل ڈراما پاکستان آرٹس کونسل، پنجاب آرٹس کونسل، الحمراء، فلیٹز ہوٹل، سلاطین ہوٹل، راحت ہال، اوپن ایئر تھیٹر باغ جناح میں کھیلا جاتا اس قسم کے ڈراموں میں مزاحیہ مکالموں کا زیادہ استعمال کیا جاتا لیکن ایک مربوط سکرپٹ اور کہانی ہر ڈرامے کے اندر موجود رہی۔ اس دور کے دوسرے لکھنے والوں طفیل اختر، ایم شریف، سعید انجم، مرزا رشید اختر، مشتاق سیٹھی وغیرہ ہیں۔ ''بچ موڑتوں، ویٹنگ روم، بیسٹ آف لک، لاڈاں پٹی، جاہل فیملی تے میں اٹھ پاس، برائے فروخت'' اس دور کے مشہور ڈرامے ہیں۔

1979ء میں مظفر اقبال آفندی نے اپنے ڈرامے سکسر میں امان اللہ کو متعارف کرایا۔ امان اللہ نے ڈرامے میں ناٹکی کرت کی بجائے طنز و مزاح اور جگت بازی کو فروغ دیا اس حوالے سے ان کے ڈرامے رنگ کنٹری اور شرطیہ مٹھے نے بڑا بزنس کمایا۔ اورنگ زیب لکھتے ہیں:

> ''آج کل ایک بار پھر سٹیج ڈراما کا زور بڑھ رہا ہے۔ آرٹس کونسل کے علاوہ کئی ایک ہوٹلوں میں بھی ڈراما سٹیج ہو رہا ہے۔ تجارتی نقطہ نظر سے یہ ڈرامے کامیاب بھی ہیں کیونکہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد ان ڈراموں کو دیکھنے آتی ہے۔'' (۶)

اس دور کے لکھنے والوں میں افتخار حیدر، منیر راج، اقبال آفندی، جاوید حسن، جمیل بسمل وغیرہ شامل ہیں۔ 1980ء سے 1996-97ء تک کمرشل پنجابی ناٹک کا عروج کا دور ہے۔ اس دور میں ناٹک میں باقاعدہ کہانی اور مزاحیہ مکالموں سے ناٹک کو دلچسپ بنایا جاتا تھا۔ منیر راج اس دور کا کامیاب ڈرامہ نگار ہے جس نے سو کے قریب ڈرامے لکھے لیکن 1997ء کے بعد پنجابی ناٹک میں فلمی اداکاروں اور ریڈ لائٹ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایریاز کی خواتین کی آمد نے اس کمرشل پنجابی ناٹک کو ایک نیا موڑ دیا۔ اب ڈرامے میں ایک دو فلمی گانے اور ناچ بھی شامل کئے جانے لگے یہ سلسلہ وقت گزرنے کے ساتھ اور بڑھا اور 2017ء تک کمرشل پنجابی ڈرامہ میوزیکل ناٹک یا مجرا ناٹک کی صورت اختیار کر چکا ہے جس میں جگت بازی، طنز و مزاح اور ناچ گانے کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ کرداری نگاری، ناٹکی کرت اور کہانی پس منظر میں چلے گئے ہیں بہرحال یہ میوزیکل ڈرامہ لاہور کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی کھیلا جاتا ہے اور بے انتہا مقبول ہے اور بزنس اور حکومتی آمدن کا بڑا ذریعہ بن چکا ہے جسے ویڈیو کے ذریعے گھر گھر بھی پہنچا دیا گیا ہے۔

لاہور کے علاوہ دوسرے شہروں میں کچھ پرائیویٹ گروپ بھی مختلف اوقات میں کمرشل پنجابی ڈرامہ سنجیدہ اور نیم مزاحیہ صورتحال کے ساتھ پیش کرتے رہے ہیں۔ ان میں سے 1956ء میں راولپنڈی میں لعل تھیٹر گروپ نے اشفاق احمد کا ڈرامہ ٹاہلی تھلے اور آغا بابر کا ڈرامہ ''مسخرے دی لوڑ'' پیش کیا۔ 1975ء میں فیصل آباد میونسپل کمیٹی نے ڈراموں کا ایک مقابلہ کرایا جس میں ''تاریاں دی لو''، ''نہلے تے دہلا'' اور ''دُسن کے یار بناویں'' کھیلے گئے۔

فیصل آباد کرسچن کمیونٹی بھی مختلف مواقع پر پنجابی ناٹکوں کے ذریعے اپنے خیالات کا اظہار عوام اور کمیونٹی کے سامنے کرتی رہتی ہے۔ بھٹو دور میں ناٹک ''اجاڑو پتر'' 87-1986ء میں ''زنجیریں'' 1992ء میں ''غلامی'' اور ''قیدی نمبر 7''، ''دشمن دیس دے''، ''چوہدری بلندا'' 2005ء میں ''اُڈیک مک گئی'' نے زیادہ مقبولیت حاصل کی۔ ان ناٹکوں کا معیار تو بہت اچھا نہ تھا لیکن کرسچن کمیونٹی کی جانب سے فیصل آباد کے مختلف چوکوں پر یہ تھڑا ناٹک کی روایت کو آگے بڑھانے میں کافی کامیاب رہے۔

گوجرانوالہ میں شاہد اعجاز گروپ، رضوی گروپ، رضا ٹیلینٹ گروپ اور پنجاب آرٹس سوسائٹی گوجرانوالہ نے 97-1996ء میں کئی پنجابی ناٹک پیش کئے جس میں تھیٹر ہوتا ایسا، پاگل خانہ، بابے ماردیو، میں جوگن رانجھے دی شامل ہیں۔ یہ سارے ناٹک عمومی طور پنجابی میں پیش کیے جاتے ہیں۔

لوک تھیٹر اور کمرشل تھیٹر کے علاوہ پاکستان میں سنجیدہ ڈرامے کی ایک الگ تاریخی حیثیت ہے جس کا سلسلہ 1964ء میں ناٹک سجاول سے شروع ہوا جو الحمراء آرٹس کونسل سے پیش کیا گیا۔ فریزے مولنار کے ناٹک للی اون کا ترجمہ اکرم بٹ نے کیا تھا۔ اس میں سجاول اور کمو کی محبت کو معاشرتی، معاشی، نفسیاتی اور رومانوی حوالے سے کھوجنے کی کوشش کی گئی تھی۔ صوفی تبسم اس ناٹک کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''ایہہ کھیل بڑا پیچیدہ کرداراں دا کھیل اے تے اوہنوں ہتھ پاؤنا ہمت دا کم سی۔ پر اکرم بٹ نے بڑی ہمت کیتی تے مضبوط ہتھ پایا۔'' (۷)

روزنامہ امروز نے سجاول کے متعلق لکھا ہے:

> ''سجاول کا موضوع اور اس کے کرداروں کا عمل اُسے ایک سپیشل پلے کی سطح پر لے گیا ہے۔ ہر منظر میں کھیل کے کردار اور تماشائی ایک مشترک روحانی تجربے سے گزرتے ہیں اور زندگی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نوکیلی صداقتوں سے متصادم ہوتے ہیں۔" (۸)

سجاول کے بعد 'جنگل دا راکھا'' 1967ء میں کھیلا گیا۔ اسے نجم حسین سید نے سعید انجم کے بنگالی ڈرامے سے ترجمہ کیا۔ یہ ایک علامتی ڈراما ہے زور آور اقوام کی جانب سے تیسرے درجے کی اقوام پر مظالم کو ختم کرنے کی چارہ گر کوششوں کو علامتی حوالے سے بتایا گیا ہے۔

نجم حسین سید کے اس ڈرامے نے پنجابی تھیٹر میں مزاحمتی روایت کو ایک نیا موڑ دیا۔ مزاحمتی تھیٹر اس سے پہلے روایتی لوک ناٹک میں "دُلے بھٹی دی وار"، "مرزا صاحباں دی وار"، جنڈی دی وار" کی صورت میں لوک تھیٹر میں موجود تھا لیکن نجم حسین کے ڈراموں "تخت لہور" اک رات راوی دی، سمی دی وار، الفو پیرنی دی وار، میجر اسحاق کے مصلی اور قفس، سرمد صہبائی کے "شک شبہ دا ویلا" اور "تو کون" پنجابی پرچار کمیٹی کی جانب سے گڈو، اجوکا تھیٹر کا بلھا، شاہد ندیم کی کتاب خصماں کھانیاں مزاحمتی تحریک کے حوالے سے ان ناٹکوں کو روایت کے ساتھ ساتھ نئے اور جدید دور کے مسائل سے جوڑ دیتے ہیں۔

پنجاب لوک رہس نے 1986ء سے لے کر اب تک پاکستان کے معاشرتی، معاشی، سماجی مسائل کو عالمی تناظر کے مسائل کی روشنی میں اپنے ناٹکوں میں پیش کیا ہے۔ جس میں "دھرو" مزدوروں کی تحریک سے متعلق کتن ہارے کھڈی گھریلو صنعتوں کے زوال سے متعلق "ویہار"، "زنانی" اور "کرلاٹ" عورت کے مسائل سے متعلق "دارو" عوام میں صحت کے مسائل کے متعلق "نور" اور بتی دھاراں ہمارے بنیادی پیداواری ذرائع کے غلط استعمال سے متعلق "گلوبل ولیج" یورپی ملکوں کی ترقی پذیر ملکوں پر جدید ٹیکنالوجی، ہتھیاروں کے منفی اثرات سے متعلق ہے۔ سام دیو تیل شہزادے عراق پر امریکی تسلط سے متعلق لاہور اور مضافاتی علاقوں میں کھیلے گئے۔ یہ سارے ڈرامے پاکستانی پنجابی ناٹک کی مزاحمتی روایت کو آگے بڑھاتے ہیں۔ ان میں پراپس اور لائٹس وغیرہ کا زیادہ استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ موضوع کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ ان ڈراموں میں شوقیہ فنکار، طالب علم، ڈاکٹر پروفیسر حصہ لیتے ہیں البتہ اجوکا تھیٹر کے کچھ ڈرامے پنجابی کے متوازی تھیٹر اور ٹوٹل تھیٹر کی روایت پر بھی کھیلے جاتے ہیں۔ ان ناٹکوں میں کہانی باقاعدہ پلاٹ کے ساتھ آگے چلتی ہے جس کا باقاعدہ آغاز اور انجام ہوتا ہے بناوٹ اور تکنیکی حوالے سے یہ جدید ڈرامے کی تمام تکنیکوں سے آراستہ ہوتے ہیں جن میں لائٹس پراپس پردہ سینری کا بھرپور استعمال نظر آتا ہے۔ اجوکا تھیٹر کے ڈراموں کے موضوعات جدید دور میں پاکستان اور عالمی سطح کے مختلف مسائل ہیں۔

"اک مریا کتا" برائی کی بجائے برائی کی جڑ کو ختم نہ کرنے سے متعلق علامتی ناٹک، جم جم جیوے جم پورہ، آبادی کے مسائل سے متعلق ہے۔ بالا کنگ میں ہٹلر کے فاشسٹ نظام کو ہماری مقامی بھاٹی ٹکسالی کی روایت سے جوڑ دیا گیا ہے۔

"مینوں کاری کریندے نی مائے"، "کالا مینڈھا بھیس" عورتوں کے سماجی مسائل کے متعلق خصماں کھانیاں کے ڈراموں کے علاوہ "بلہ بول" "لہو سہاگ" سرخ گلاباں دا موسم" بھی اجوکا تھیٹر کی جانب سے پیش کیے گئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پنجاب لوک رہس اور اجوکا تھیٹر کے ناٹک پروسینم اور تھڑا تھیٹر/ نکڑ ناٹک کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔

پاکستان میں 1980ء کی دہائی سے تھیٹر برائے تبدیلی نے بھی بہت کام کیا ہے۔ اس قسم کے تھیٹر کو عموماً نچلے طبقے کے لوگوں میں سوچ کی تبدیلی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اس میں کسی بستی کے کسی خاص مسئلے کے بارے میں اُس بستی کے لوگوں کو ٹریننگ دے کے ایک ناٹک تیار کیا جاتا ہے۔ اس میں مسئلے کا حل ایک سوال کے طور پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور عوام میں بیٹھے لوگوں کو ڈرامے کا حصہ بنا کے اُس مسئلے کا مناسب حال ناٹکی کرت کی صورت میں عوام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

اگستو بوآل اس قسم کے ناٹک کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''محکوم لوگوں کی Poetic کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کا بنیادی مقصد ہمارا مقصد ہو یعنی لوگوں کی تبدیلی۔ تماشائی جو کہ تھیٹر میں خاموش کردار ادا کرتے ہیں اس کیس میں اداکار بن جاتے ہیں جو کہ ڈرامے کا رخ تبدیل کر سکتے ہیں۔''(۹)

گویا اس قسم کے تھیٹر میں تماشا دیکھنے والا بھی اداکار بن جاتا ہے۔ اس قسم کے ڈرامے انٹرا ایکٹو ریسورس سنٹر لاہور، سنگتانی تھیٹر راجن پور، کوہاٹ تھیٹر، برگد تھیٹر گروپ گوجرانوالہ، جاگ تھیٹر گروپ بہاولپور، سوجھلا ناٹک گروپ ملتان، ملتان تھیٹر گروپ ملتان، چولستان ڈویلپمنٹ سوسائٹی بہاولپور نے بھرپور انداز میں پیش کیے ہیں جبکہ بچوں کے حوالے سے پنجاب تھیٹر نے نمایاں کام کیا ہے۔

پنجاب تھیٹر ڈرامے ''بے زبان''، ''ستیاں اکھاں والے''، ''پچھان ناٹک'' مختلف سکولوں اوپن ایئر تھیٹر باغ جناح اور الحمراء میں پیش کیے گئے ہیں۔ آصف ہوت نے ''بھلیکھا''، منڈی، ان پڑھ تے دیو علم پری، چوگردہ، امید کے عنوان سے بچوں کے لیے مختلف ڈرامے لاہور، فیصل آباد اور ساہیوال کے علاقوں اور مختلف ڈراما فیسٹیول میں پیش کیے ہیں۔

اس سارے تاریخی جائزے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ پاکستان میں پنجابی ڈراما اپنی مختلف جہتوں میں تیزی سے ترقی کی منازل طے کر رہا ہے اور سرکاری نیم سرکاری پرائیویٹ گروپ ڈرامے کی ترقی میں فعال کردار ادا کر رہے ہیں۔

☆☆☆☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالے

1- سید اختر حسین اختر، ڈاکٹر، پنجاب کی وک ریت، لہراں ادبی بورڈ لاہور 2006ء، ص:62

2- افضل پرویز، لوک تھیٹر، لوک ورثہ اشاعت گھر، اسلام آباد، سن ندارد، ص:25

3- اوہی، ص:27

4- گل بات، ڈاکٹر ناصر رانا، بالی جٹی، ساہت (سالنامہ)1997ء، ص:42

5- فوزیہ سعید، ڈاکٹر، بالی جٹی لوک تھیٹر کی نامور فنکارہ، نیا زمانہ (ماہنامہ) لاہور، دسمبر 2006ء، ص:47

6- اورنگ زیب، سٹیج ڈراما، مشرق (روزنامہ) لاہور، 29 اپریل 1980ء

7- اکرم بٹ، ناٹک سجاول، یاسمہ صوفی تبسم، ادبستان لاہور 1970ء، ص:6

8- امروز، روزنامہ 30 دسمبر 1964ء

9- عاصم کریم، تھیٹر آف اپرسیڈ، انٹرایکٹو ریسورس سنٹر، لاہور 2003ء، ص:115

10- آصف ہوت، گل بات، لوک بولی میلہ جڑانوالہ، 2005ء

© rasailojaraid.com